30

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے کارہائے نمایاں

(فرمودہ ۲۸ اگست ۱۹۲۵ء)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

میں آج ایک ایسے مضمون کے متعلق کچھ بیان کرنا چاہتا تھا جو اس زمانہ میں ہمارے تبلیغی پہلو کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت ہی اہم اور ضروری ہے لیکن چونکہ میری طبیعت کچھ کمزور ہے اور رات سے مجھے کچھ حرارت سی معلوم ہوتی ہے اس لئے میں آج اس مضمون کے متعلق مختصر تمہید بیان کروں گا۔ یہ مضمون ایسا اہم ہے کہ ایک مستقل کتاب چاہتا ہے اور ایسا باریک ہے کہ کئی رنگ میں اس پر بحث کرنے کی ضرورت ہے تاکہ لوگ اسے اچھی طرح سمجھ سکیں لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ چونکہ ہماری جماعت کے دوستوں کو اس کی فوری ضرورت محسوس ہو رہی ہے اور ان کی تبلیغ کے راستے میں بعض دفعہ یہی سوال مشکلات پیدا کر دیتا ہے۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ چند خطبوں میں اس کے بعض حصوں کو بیان کر دیا جائے۔ پھر اگر توفیق ملی تو تفصیل کے ساتھ اس پر بحث کر دی جائے گی۔ بعض دوستوں کو اور خود مجھے بھی اس بات کی خواہش رہی ہے کہ اس مضمون کے متعلق ایک کتاب لکھوں لیکن اس وقت میں چند خطبوں کے ذریعے اس مضمون کے بعض حصے بیان کرتا ہوں جو اس وقت تک انشاء اللہ تعالیٰ مفید ہوں گے۔ جب تک کہ مجھے یا کسی اور دوست کو اس قسم کی کتاب لکھنے کی توفیق ملے۔

ہمارے بعض دوست جن میں باہر کے دوست بھی شامل ہیں بیان کرتے ہیں اور اب بھی ایک دوست نے جو باہر سے آئے تھے یہ سوال بیان کیا تھا کہ لوگ ہم سے پوچھتے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب نے کیا کیا ہے کہ ہم انہیں مانیں اور ان کی جماعت میں داخل ہوں۔ ایک عام آدمی کے لئے جو کہ مضامین کی گہرائیوں میں نہیں جاتا اتنا ثابت کر دینا کافی ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ خدا کے

مامور تھے اور پہلی کتابوں کی پیشگوئیاں ان پر صادق آئیں اور ان کی اپنی پیشگوئیاں سچی ثابت ہوئیں اور بعض نشانات بھی ظاہر ہوئے۔ جن سے معلوم ہوا کہ وہ خدا کی طرف سے تھے اور چونکہ وہ خدا کی طرف سے تھے اس لئے ان کو ماننا چاہیے۔

کثیر حصہ ایسا ہے کہ اگر اس پر کسی کا خدا کی طرف سے آنا اور بعض پیشگوئیوں کا اس پر صادق آنا اور اس کی اپنی پیشگوئیوں کا بھی پورا ہونا ثابت کر دیا جائے تو وہ ایمان لے آتا ہے۔ لیکن ہندوستان اور ایشیائی ممالک میں ایسے لوگ بھی ہیں جو محض اتنی بات پر ایمان لانے کے لئے تیار نہیں ہوتے اور یورپ وامریکہ میں تو کثرت سے ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ ہم پیشگوئیوں پر کسی کو خدا کی طرف سے مبعوث ہونے والا نہیں مان سکتے۔ کوئی ایسی بات بتاؤ۔ جو بندے اپنے آپ نہ کر سکتے تھے اور وہ اس شخص نے آکر کیا اور خدا کی طرف سے کسی شخص کے آئے بغیر جو کام نہیں ہو سکتا تھا وہ اس شخص نے کر دکھایا۔ کیونکہ پیشگوئیاں ایک نشان ہیں اور بس۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ اس کی ضرورت کیا پڑی کہ خدا یہ پیشگوئیاں کسی شخص کو دے۔ آخر کچھ تو وجہ ہے اور وہ وجہ بجز اس کے اور نہیں کہ ان لوگوں پر اس شخص کی سچائی ظاہر کی جائے جو پیشگوئیوں کو دیکھ کر ایمان لاتے ہیں۔ لیکن باوجود اس کے ایک گروہ ایسا بھی ہمیں نظر آتا ہے جو پیشگوئیوں کو باوجود نشان ماننے کے ایمان نہیں لاتا اور با ایں ہمہ وہ اسی بات پر اڑا رہتا ہے کہ ہمیں ایسے شخص کے آنے کی ضرورت بتاؤ۔ کیونکہ جب کسی کے آنے کی ضرورت ہی ثابت نہ ہو تو اسے ماننے کی کیا ضرورت ہے؟

یہ ان لوگوں کا نقطہ نگاہ ہے گو اس کو ہم غلط اور ناقص کہہ دیں لیکن ان کے نزدیک یہ غلط اور ناقص نہیں اور نہ ہی ہمارے اتنا کہہ دینے پر وہ غلط اور ناقص ہو جائے گا۔ وہ صرف یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب نے دنیا میں آ کے کام کیا کیا تاکہ معلوم ہو سکے کہ وہ ان کے آئے بغیر نہیں ہو سکتا تھا۔ پس میرے نزدیک ان کا یہ سوال درست ہے لیکن باوجود اس کے کہ ان کا سوال درست ہے میں پھر بھی کہوں گا کہ ان کا حق نہیں کہ وہ یہ سوال کریں "حضرت مرزا صاحب نے کیا کیا۔" کیونکہ ایسا سوال کرنے میں نقص پیدا ہو جاتا ہے اور یہ سوال غلط ہو جاتا ہے۔

وہ نقص کیا ہے؟ یہ کہ وہ کیوں بغیر سوچے سمجھے اور بغیر تمام انبیاء کے حالات پر نظر دوڑائے ایسا سوال کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ سوال کسی عہدے کے متعلق ہو سکتا ہے نہ کہ ذات کے متعلق اور جب یہ سوال صرف عہدے کے متعلق رہ گیا تو پھر اس کی ضرورت سامنے آئے گی کہ اس عہدہ کی کیا

ضرورت تھی یا اس عہدہ پر کسی کو کھڑا کرنے کی کیا حاجت تھی۔ اس صورت میں یہ سوال یکساں طور پر تمام انبیاء پر پڑے گا۔ کہ وہ کیوں آتے رہے اور آ کر کیا کرتے رہے۔ پس سوال یہ ہونا چاہیے کہ کسی بھی نبی کو خدا تعالیٰ نے کیوں بھیجا اور اس نے آ کر کیا کیا۔ اس میں حضرت مرزا صاحب کی خصوصیت نہیں ہونی چاہیے۔ یہی سوال حضرت عیسیٰؑ کے متعلق ہونا چاہیے۔ یہی سوال حضرت محمد ﷺ کے متعلق ہونا چاہیے۔ یہی سوال حضرت زکریاؑ کے متعلق ہونا چاہیے۔ یہی سوال حضرت داؤدؑ کے متعلق ہونا چاہیے۔ یہی سوال حضرت موسیٰؑ کے متعلق ہونا چاہیے یہی سوال حضرت یوشعؑ کے متعلق ہونا چاہیے۔ یہی سوال حضرت ابراہیم' لوط' صالح' شعیب' نوح اور آدم علیہ السلام کے متعلق ہونا چاہیے۔ غرض یہی سوال تمام دوسرے نبیوں کے متعلق ہونا چاہیے۔ خواہ قرآن شریف میں ان کا ذکر مذکور ہو یا نہ ہو کہ کیا غرض پیش آئی جو خدا تعالیٰ نے ان کو بھیجا۔

یہ کہنے سے میری غرض یہ نہیں کہ میں الزامی جواب دوں۔ بلکہ یہ غرض ہے کہ ایسے لوگوں کو اس سوال کا جواب سمجھنے میں آسانی ہو جو پہلے انبیاء کو مانتے ہیں۔ پھر یہ طریق میں نے اس لئے بھی اختیار کیا ہے کہ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اپنے دماغ میں کسی امر کے متعلق عجیب و غریب نقشہ کھینچ لیتے ہیں۔ مثلاً یہی کہ وہ خیال کر لیتے ہیں۔ نبی وہ ہوتا ہے جو فلاں کام کرے۔ اب اگر وہ دنیا کی کایا بھی پلٹ دے تو بھی وہ اسے نہیں مانیں گے۔ بلکہ یہی کہتے چلے جائیں گے کہ جب تک وہ بات پوری نہیں ہوتی جو ہم کہتے ہیں تب تک ہم نہیں مانیں گے۔ ایسے لوگوں کی مثال حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ اس نٹ سے دیا کرتے تھے۔ جو میں نہ مانوں کہا کرتا ہے۔ تماشا کرنے والا بانس پر چڑھ کر کبھی پھرکی کی طرح پیٹ کے بل اس پر پھرتا ہے۔ کبھی کھڑا ہوتا ہے۔ کبھی سر نیچے کرتا ہے۔ کبھی اوپر اٹھتا ہے۔ غرض کہ وہ کئی طرح پر اپنے کمال دکھاتا ہے۔ مگر اس کے ساتھ کا ہی ایک اور شخص جو نیچے کھڑا ہوتا ہے تماشہ میں دلچسپی پیدا کرنے کے لئے ہر کھیل کے ختم ہونے پر یہ کہہ دیتا ہے۔ "میں نہ مانوں" "میں نہ مانوں" وہ غریب تو ہر ممکن کوشش کرتا ہے کہ وہ شخص اس کے کرتب کی داد دے لیکن وہ اس کے کسی بھی کمال کو نہیں مانتا اور جب بھی وہ پوچھتا کہ کیا یہ تو مانو گے تب وہ "میں نہ مانوں" "میں نہ مانوں" کہہ دیتا ہے۔ پس ایسے بھی لوگ ہوتے ہیں کہ نبی خواہ کتنا بھی کام کر جائے مگر چونکہ وہ ان کے اس کام کے مطابق نہیں ہوتا۔ جسے وہ اپنے خیال میں نبی کا کام سمجھے بیٹھے ہوتے ہیں۔ اس لئے وہ مانتے نہیں اور اس نٹ کی طرح یہی کہتے چلے جاتے ہیں "میں نہ مانوں"۔ "میں نہ مانوں"۔ یہ محض نفس کا دھوکہ ہوتا ہے۔ جس میں انسان پھنس کر کام کو دیکھ کر بھی

یہی کہتا ہے کہ کچھ نہیں ہوا۔ پس جب نفس انسان کو دھوکہ دیتا ہے کہ کام ہونے کے باوجود وہ سمجھتا ہے کہ نہیں ہوا تو پھر یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ ایسے شخصوں سے یہ پوچھنا چاہیے کہ ان کے نزدیک نبی کا کام کیا ہے اور وہ ایک نبی کے کاموں سے کیا مراد لیتے ہیں۔

ایسے لوگ اگر کہیں کہ نبی وہ ہوتا ہے۔ جو مخالفین کے ساتھ جنگ کر کے فتح پائے تو انہیں کہا جا سکتا ہے کہ یہ بات درست نہیں کیونکہ دنیا میں ایسے لوگ بھی فاتح ہوئے ہیں جنہیں وہ نبی نہیں مانتے اور اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ ہر فاتح نبی ہوتا ہے تو پھر ایسے بھی نبی ہیں جو فاتح نہیں۔ مثلاً حضرت لوطؑ نے کوئی فتح نہیں کی۔ حضرت ابراہیمؑ نے کوئی فتح حاصل نہیں کی۔ حضرت نوحؑ فاتح نہیں تھے۔ حضرت آدمؑ نے بھی کوئی فتح نہیں پائی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی فتح حاصل نہیں ہوئی۔ حتیٰ کہ ان کی قوم کی بزدلی نے لڑائی کا موقع ہی نہ آنے دیا اور لڑنے سے انکار کر دیا۔ رسول کریم ﷺ کو بیشک کامیابی ہوئی - آپؐ نے لڑائیاں بھی لڑیں اور فتوحات بھی حاصل کیں لیکن یہ سنت تمام انبیاء کے متعلق نہیں ہے پس معلوم ہوا کہ نبوت سلطنت حاصل کرنے اور فتح پانے کا نام نہیں۔

ایسا ہی ہر نبی کے لئے شریعت لانا بھی ضروری نہیں۔ کیونکہ اگر شریعت کا لانا ہی نبوت ہوتا تو تمام نبیوں کے پاس شریعتیں ہونی چاہیے تھیں لیکن سب جانتے ہیں کہ ایسا نہیں ہے۔ بہت سے نبی ایسے ہوئے ہیں جن پر کوئی کتاب شریعت کی نہیں اتری بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ ان بے اندازہ نبیوں میں سے صرف چند ہی نبی کتاب لائے تو یہ زیادہ موزوں ہوگا۔ حضرت ہارونؑ کوئی شریعت نہیں لائے۔ حضرت یوشعؑ کوئی شریعت نہیں لائے۔ حضرت داؤدؑ کوئی شریعت نہیں لائے۔ حضرت زکریاؑ کوئی شریعت نہیں لائے۔ حضرت یحییٰؑ کوئی شریعت نہیں لائے۔ حضرت عیسیٰؑ بھی ہمارے عقیدہ کے مطابق کوئی شریعت نہیں لائے۔ ایسا ہی اور بہت سے نبی ہیں جو کوئی شریعت نہیں لائے لیکن اگر شریعت نبوت کے لئے ضروری ہوتی اور ہر نبی تب ہی نبی ہوتا جب کہ اس کے پاس شریعت ہوتی تو پھر ان سب نبیوں کی نبوت کا انکار کرنا پڑے گا جن کے پاس شریعت کا ہونا ثابت نہیں۔ پس پہلے اس سوال کو عام کر کے اس پر غور کرنا چاہیے کہ نبی کا کام کیا ہونا چاہیے اور پھر حضرت مرزا صاحب کے متعلق اسے پیش کرنا چاہیے۔ جب تک یہ سوال عام نہ کیا جائے اور یہ تعین نہ کر لیا جائے کہ اس قسم کے سوال سے سوال کرنے والے کی مراد کیا ہے۔ تب تک یہ فضول ہے کہ اس کے جواب کی طرف توجہ کی جائے۔ کیونکہ یہ ہو سکتا ہے کہ ایک شخص اپنے خیال کے ماتحت بنی کے

متعلق کچھ ایسی امیدیں لگائے بیٹھا ہو کہ وہ آئے گا۔ تو یہ کرے گا وہ کرے گا اور ہوں وہ ساری امیدیں ایسی جو کسی صورت میں بھی نبی کی ذات کے ساتھ وابستہ نہیں کی جا سکتیں۔ اس لئے جب نبی کے آنے پر وہ پوری نہ ہوں۔ تو ایسا شخص اس نبی کو نہیں مانے گا اور محض اپنے خیال کے فتور سے وہ تمام رحمتوں کا وارث بننے سے محروم رہ جائے گا۔ جو اس نبی کے ساتھ آتی ہیں۔ پس اس سوال کو پہلے عام کرنا چاہیے اور پھر اس قسم کے سوال کرنے والوں کے سوال کی مراد دریافت کرنی چاہیے۔

بعض لوگ کہتے ہیں ملک کا آزاد کرانا نبی کا کام ہوتا ہے اور ایسے لوگ بھی کسی نبی کو نہیں مان سکتے۔ جب تک کہ کوئی مدعی نبوت ان کے سامنے آکر ملک کو آزاد نہ کرائے۔ لیکن ملکوں کا آزاد کرانا کوئی ایسا کام نہیں جو تمام انبیاء میں پایا جاتا ہو۔ انبیاء کی زندگیوں پر نظر ڈالنے سے بہت سے ایسے نبی نظر آئیں گے جو دوسروں کے ملکوں میں رہتے اور انہیں کے آئین و قوانین کے پابند تھے اور انہوں نے کبھی یہ نہ کہا کہ ہم ملک کو آزاد کرانے کے لئے آئے ہیں۔ پھر ایسے بھی نبی گزرے ہیں جو اپنے ملکوں میں رہتے تھے لیکن ان کے ملک دوسروں کے قبضہ میں تھے۔ مگر انہوں نے کبھی یہ نہ کہا کہ ہم دوسروں کا قبضہ اس ملک سے اٹھانے کے لئے مامور ہوئے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ یہ کام بھی نبیوں کا نہیں کہ وہ ملکوں کو آزاد کراتے پھریں۔ جب تمام کے تمام نبی نہ حکومت کے لئے آتے ہیں۔ نہ سلطنت کے لئے۔ نہ نبی کا فاتح ہونا ضروری ہے اور نہ ہی شریعت لانا تو معلوم ہوا ان کی غرض کچھ اور ہی ہوتی ہے۔ جب یہ بات ذہن نشین کر دی جائے گی۔ تو اس صورت میں ہر ایک شخص اس بات کی جستجو کرے گا کہ نبی کے آنے کی اصل غرض کو دیکھے اور جب لوگ اس طرف توجہ کریں گے تو پھر خود مقرر کردہ امر پر نبی کی سچائی بلکہ جس غرض کے لئے کوئی نبی آیا اس غرض کو مدنظر رکھ کر اسے پرکھیں گے۔ نہ کہ اس وزیر کی طرح کریں گے۔ جس کا قصہ اس طرح مشہور ہے۔

ایک مدعی نبوت ایک بادشاہ کے پاس آیا اور آکر کہا۔ اے بادشاہ میں نبی ہوں مجھے قبول کرو۔ بادشاہ نے وزیر سے اس کے متعلق پوچھا۔ وزیر نے کہا کہ اے بادشاہ ابھی فیصلہ ہو جاتا ہے۔ اور یہ کہہ کر وہ ایک پرانا زنگ خوردہ بگڑا ہوا تالا لے آیا اور کہنے لگا۔ بادشاہ سلامت اسے کہئے۔ اگر یہ نبی ہے تو اس کو درست کر دے۔ بادشاہ نے مدعی نبوت کی طرف دیکھا تو اس نے جواب دیا۔ میں نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ نہ کہ لوہار ہونے کا۔ مجھے اگر آزمانا ہے تو نبوت کے کسی کام پر آزماؤ۔ معلوم ہوتا ہے۔ اس وزیر کے نزدیک نبی وہ ہو سکتا تھا کہ جو چاہے سو کرے۔ اسی خیال سے وہ تالا لے

آیا۔ ورنہ اگر وہ یہ تعریف نہ سمجھتا تو ایسا نہ کرتا۔ یہ نبی کے متعلق غلط خیال کا ہی نتیجہ تھا۔

پس اگر یہ فیصلہ ہو جائے کہ نبی کے کیا کام ہوتے ہیں۔ تو پھر کسی اور طرف جانے کی ضرورت نہیں رہتی۔ جس کام کے لئے نبی آتا ہے اسے دیکھنا چاہیے اگر ایک مدعی نبوت اس کام کو کرلے تو یقیناً وہ سچا ہے خواہ لوگوں کے دماغوں میں ہزاروں کام ایسے ہوں۔ جو نبی نے نہ کئے ہوں۔ ان سے اس کو کوئی واسطہ نہیں ہوگا اور نہ ہی ان کی بناء پر اس کی سچائی کو یا اس کی آمد کی ضرورت کو پرکھا جا سکتا ہے۔ پس یہ سوال کہ حضرت مرزا صاحبؑ نے کیا کیا۔ ہمیں عام کرنا چاہیے اور سوال اٹھانے والوں سے یہ پوچھنا چاہیے کہ وہ نبی کا ایسا کام بتائیں۔ جو پہلے انبیاء نے کیا ہو۔ لیکن چونکہ جن لوگوں کو یہ سوال پیدا ہوا اور ہوتا ہے وہ اس وقت میرے سامنے نہیں ہیں کہ میں ان سے پوچھ سکوں اور وہ دوست جس نے یہ سوال میرے سامنے پیش کیا ہے۔ شائد وہ بھی اس وقت یہاں موجود نہیں۔ اس لئے میں یہ سوال پیش کر دینے پر ہی اکتفا نہیں کرتا اور نہ اس طرح اپنے آپ کو ذمہ داری سے سبکدوش سمجھتا ہوں اس لئے میں خود ہی بتاؤں گا جن کے رو سے کسی مدعی نبوت کو پرکھا جا سکتا ہے۔

اس سوال پر غور کرتے ہوئے ہم صاحب شریعت نبیوں کو علیحدہ رہنے دیتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے علاوہ دو اور نبیوں کو مسلمان صاحب شریعت نبی بتاتے ہیں اور زبور اور انجیل دو کتابیں شریعت کی قرار دیتے ہیں۔ اگرچہ ان کے دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ ان میں کوئی شریعت کی بات نہیں۔ تاہم ہم تسلیم کر لیتے ہیں کہ ایسے چار نبی ہیں۔ سلسلہ موسویہ اور سلسلہ محمدیہ کے ان چار نبیوں کو الگ کر لینے کے بعد موسوی سلسلہ میں سینکڑوں ہزاروں انبیاء گزرے ہیں لیکن ان پر شریعت نہیں اتری۔ حضرت یحییٰ اور حضرت زکریا علیہ السلام پر کوئی کتاب نہیں اتری۔ حتیٰ کہ ایک بھی حکم نہیں جو ان پر اترا ہو اور نہ ہی وہ اس بات کے مدعی ہوئے اور نہ ہی مسلمانوں کا ان کے متعلق یہ دعویٰ ہے کہ ان پر شریعت اتری۔ بڑی بڑی تفسیر والوں نے بھی یہی لکھا ہے کہ ان پر کچھ نہیں اترا اور اگر کسی نے کہا بھی کہ ان پر کچھ اترا تو انہوں نے عقلاً اور نقلاً اس کا رد کر دیا۔ اس طرح شریعت کا سوال تو اڑ گیا کیونکہ یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ان لاتعداد انبیاء میں سے سب کے سب شریعت لے کر آئے تھے۔ بلکہ یہی ثابت ہوتا ہے کہ صرف یہی دو نبی شریعت لائے تھے اور اگر باقی دو کے متعلق بھی تھوڑی دیر کے واسطے ہم یہ تسلیم کر لیں کہ وہ بھی کتاب لائے تو دو کی جگہ چار سہی لیکن باقیوں کے متعلق کوئی نہیں کہہ سکتا کہ وہ بھی شریعت

لائے۔ پس شریعت کا سوال درمیان سے اڑ گیا اور معلوم ہو گیا کہ ہر نبی کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ شریعت لائے بلکہ بغیر شریعت لانے کے بھی ایک نبی نبی ہو سکتا ہے۔

اب رہا حکومت کا سوال۔ حضرت یحییٰؑ اور زکریا علیہ السلام کے پاس حکومت بھی نہ تھی اور نہ ہی کسی کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے متعلق اس قسم کے کام تھے۔ بلکہ قرآن کریم سے زکریاؑ کے یہ کام معلوم ہوتے ہیں کہ انہوں نے اولاد کے لئے دعا مانگی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پرورش اور ان کے متعلق مشورہ میں حصہ لیا۔ نمازیں پڑھتے، عبادت گاہوں میں رہتے تھے اور یہ کوئی ایسے کام نہیں تھے جو دوسرے لوگ نہ کر سکتے تھے۔ دعا ہے جو ہر ایک شخص کر سکتا اور کرتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کفالت بھی کوئی ایسی چیز نہیں۔ ایک وارڈ (Ward) ہے اور وارڈ کوئی ایسی شے نہیں جو نبی ہی کر سکے دوسرا نہ کر سکے۔ پھر نمازیں پڑھنا اور پڑھانا۔ عبادت گاہوں میں رہنا یہ بھی ایسی باتیں ہیں کہ ہر ایک شخص کرتا اور کر سکتا ہے۔ پس ہمیں ان کے متعلق کوئی ایسا کام نظر نہیں آتا جسے دوسرے لوگ کر نہ سکتے ہوں اور دنیا والے بغیر اس کام کے کئے جانے کے رہ نہ سکتے ہوں۔ ایسا ہی بائبل ہے۔ اس سے بھی حضرت زکریاؑ کی کوئی ایسی بات نہیں ملتی جو صرف انہی کی ذات سے پوری ہو سکتی ہو بلکہ جتنی باتوں کا پتہ چلتا ہے وہ ایسی ہیں کہ سب لوگ انہیں کر سکتے ہیں۔

اسی طرح یحییٰ علیہ السلام کا بھی ایک ہی کام نظر آتا ہے اور وہ یہ کہ وہ لوگوں کو بتائیں کہ حضرت عیسیٰؑ آ گئے اور وہ سچے ہیں۔ پس یہ بھی کوئی ایسا کام نہیں کہ دنیا اس کی محتاج ہو اور دوسرے لوگ نہ کر سکتے ہوں۔ یہی کام حضرت نبی کریم ﷺ کے وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیا۔ حضرت یحییٰؑ کے متعلق اگر **سیدا" و حصورا"** (آل عمران ۴۰) کہا گیا تو یہ بھی کوئی نرالی بات نہیں۔ سردار شریف الطبع بھی ہوتے ہیں۔ اس طرح یہ بات بھی حضرت یحییٰؑ سے خاص نہ رہی اور آنحضرت ﷺ کے متعلق بھی یہ بات پائی جاتی ہے بلکہ درجہ اولیٰ آپؐ میں ہے اور پھر جو کام حضرت یحییٰ نے نبی ہونے کی حیثیت میں کیا وہی کام آنحضرت ﷺ کے عہد میں غیر نبی اشخاص نے کیا اور لوگوں کو کہا کہ محمد رسول اللہ ﷺ آ گئے اور وہ سچے ہیں اور ایسے لوگوں کے پیشرو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ و دیگر صحابہ تھے۔

رہا یہ امر کہ حضرت عیسیٰؑ کی صداقت کو لوگوں پر ظاہر کیا۔ تو یہ کام بھی نبیوں کا نہیں کہ وہ کسی دوسرے نبی کی صداقت کو اس طور سے ظاہر کریں۔ جس طور سے کہا جاتا ہے کہ حضرت یحییٰؑ نے کی۔ کیونکہ اس طرح یہ سوال پیدا ہو گا کہ خود حضرت یحییٰ کی صداقت کس نبی نے ظاہر کی۔ پھر

حضرت موسیٰؑ کی صداقت کس نبی نے آ کے ظاہر کی۔ حضرت ابراہیمؑ کی صداقت کس نبی نے آ کے ظاہر کی۔ حضرت نوحؑ کی صداقت کس نبی نے آ کے ظاہر کی۔ حضرت آدمؑ کی صداقت کس نبی نے آ کے ظاہر کی اور پھر دوسرے بے شمار نبیوں کی صداقت کس نے آ کے ظاہر کی جو دنیا میں آتے رہے۔ پس یہ کام بھی نبوت کا کام نہیں بلکہ دوسرے لوگوں کا کام ہے اور نہ ہی یہ کام خاصہ انبیاء معلوم ہوتا ہے کیونکہ جب یہ کام دوسرے لوگ بھی کر سکتے ہیں جو نبی نہیں ہیں اور فی الواقع وہ کرتے رہے ہیں تو کیسے کہہ سکتے ہیں کہ یہ کام صرف نبیوں کے ساتھ ہی مخصوص ہے۔

پس اس صورت میں کسی خاص نبی کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ کوئی ایسا کام نہیں کر رہا جو دوسرے نہیں کر سکتے اور صرف اس وجہ سے کہ چونکہ دوسرے لوگ بھی وہی کام کر سکتے ہیں جو یہ کر رہا ہے۔ اس کے ماننے سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ اگر ایک نبی کے متعلق ہم اس اصل کو قائم کریں گے اور اس کے ماتحت اس کا انکار کریں گے تو یہی اصل ہمیں دوسروں کے متعلق بھی قائم کرنا پڑے گا اور پھر ایک نہیں دو نہیں تمام کے تمام انبیاء کو جواب دینا پڑے گا۔ لیکن یہ بات قبول نہیں کی جا سکتی ہم باوجود اس کے پہلے نبیوں کے ایسے کام دیکھتے ہیں جو غیر نبی بھی کر سکتے اور کرتے تھے انہیں نبی مانتے ہیں۔

دراصل انبیاء دنیا میں مادی کام کرنے کے لئے نہیں آتے اور نہ ہی انسان کو مادی طور پر ان کے کاموں کو دیکھنا چاہیے۔ ان کے سب کام روحانی ہوتے ہیں اور مذہب سے تعلق رکھتے ہیں۔ حضرت زکریا، حضرت یحییٰ، حضرت سلیمان اور حضرت ہارون علیہم السلام اور دوسرے انبیاء کے آنے کی غرض کوئی مادی کام کرنا نہیں تھی بلکہ روحانی کام کرنا تھی۔ اور پھر وہ بھی کوئی ایسے نہیں جو دوسرے نہ کر سکتے تھے مثلاً قرآن کریم سے ایک ہی کام حضرت ہارون علیہ السلام کا نظر آتا ہے اور وہ یہ کہ حضرت موسیٰؑ کی غیر حاضری میں انہوں نے لوگوں سے کہا کہ بت مت پوجو۔ کیا یہ بات کوئی غیر نبی نہیں کہہ سکتا تھا۔

پس یہ جو کہا جاتا ہے کہ جو کام مرزا صاحب نے کیا وہ مولوی بھی کر سکتے ہیں۔ اس لئے انہیں ماننے کی ضرورت نہیں ہم پوچھتے ہیں۔ حضرت ہارون علیہ السلام نے کون سا ایسا کام کیا جو کوئی غیر نبی نہ کر سکتا تھا کہ انہیں مانتے ہو۔ امامت تھی وہ غیر نبی بھی کرتے ہیں۔ پھر انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نیابت کی اور بچھڑا پوجنے والوں سے کہا جلد بازی سے کام نہ لو۔ حضرت موسیٰؑ کو آ لینے دو۔ نبی چھوڑ مولوی چھوڑ ایک عام آدمی بھی یہ کہہ سکتا تھا۔ پس ان انبیاء کو دیکھ کر یہ معلوم

ہوتا ہے کہ نبی کا یہ کام نہیں۔ کہ وہ مادی کام کرے بلکہ اس کے کام روحانی ہوتے ہیں۔ حضرت ہارونؑ کے متعلق ہرگز یہ پتہ نہیں ملتا۔ کہ انہوں نے کوئی بڑا کام کیا اور نہ قرآن کریم سے نہ حدیث سے نہ انجیل سے اور نہ ہی کسی اور کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے کوئی ایسا تغیر پیدا کیا جسے ہم گنا سکیں۔ مگر خدا تعالیٰ نے انہیں نبی بنا کر بھیجا اور مسلمان انہیں نبی مانتے ہیں۔ ایسی صورت میں اگر یہ ثابت ہو جائے کہ حضرت مرزا صاحب نے ایسے کام کئے جو بعض پہلے نبیوں نے نہیں کئے۔ اور اگر یہ ثابت ہو جائے کہ آپ نے بعض پہلے نبیوں سے کئی گنا زیادہ ایسے کام کئے ہیں اور اگر بعض مادی نتائج بھی نظر آویں۔ تو باوجود معترضوں کے اعتراضوں کے ماننا پڑے گا کہ حضرت مرزا صاحب نبی ہیں۔ اس کے لئے معیار نبوت پر بحث ہوگی ورنہ پہلے اسلام کا انکار کرنا پڑے گا۔

چونکہ میرے نزدیک انبیاء کے کام مادی نہیں ہوتے روحانی ہوتے ہیں اور ایسے مخفی ہوتے ہیں کہ بعض وقت وہ ظاہر بھی نہیں ہوتے۔ جیسا کہ حضرت زکریاؑ اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق کوئی پتہ نہیں چلتا کہ وہ کیوں آئے اور بھی کئی انبیاء ہیں جن کے آنے کے متعلق معلوم ہی نہیں ہوتا کہ ان کے آنے کی کیا غرض تھی۔

(الفضل ۵ ستمبر ۱۹۲۵ء)